Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون مکافاتِ عمل

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

پہلے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسان مادہ بھی ہے حیوان بھی ہے اور انسان بھی ہے۔ وہ دیگر اشیائے کائنات کی طرح اپنی طبعی اور حیوانی زندگی میں ان قوانین کا پابند ہے جو دیگر حیوانات کو محیط ہوتے ہیں۔ انسانی بچے کی پیدائش دیگر حیوانات کے بچوں کی طرح ہوتی ہے۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، صحت و بیماری، تولید و تناسل اور موت وغیرہ دیگر حیوانات میں بھی ہے اور انسانوں میں بھی۔ اپنا تحفظ، افزائش نسل اور دوسروں پہ غلبہ پانے کے جذبات کی بنیادی جبلتیں بھی انسانوں اور حیوانات میں یکساں پائی جاتی ہیں۔ لیکن انسانی زندگی کی ایک سطح اور بھی ہے جو طبعی یا حیوانی زندگی سے بلد و بالا ہے۔ اس زندگی کا حامل انسانی جسم نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک اور شے ہے جسے انسانی ذات یا نفس کہتے ہیں اس کے لیے ایک اور ضابطۂ قانون ہوتا ہے جنہیں مستقل اقدار کہا جاتا ہے۔

طبعی قوانین کا علم فطرت کے مشاہدہ، مطالعہ اور تجربہ وغیرہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ حیوانی زندگی میں فطرت نے اس کی جبلت Instinct میں جو عادتیں رکھی ہیں حیوانات اسی کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔ یعنی طبعیات اور حیاتیات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین ازخود جاری و ساری ہیں۔ انسانی زندگی بھی فطرت کے مشاہدہ اور تجربہ سے انسان نفسیات کے طبعی اور حیاتیاتی مسائل میں مدد حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن انسان کو جو ذات عطا ہوئی ہے اس کی رہنمائی کے لیے مستقل اقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے ملتے ہیں۔ جس طرح انسان کے طبعی افعال کا نتیجہ طبعی قوانین کے مطابق مرتب ہوتا ہے، اسی طرح اس کے انسانی اعمال کا نتیجہ مستقل اقدار سے متعلق قوانین

کے مطابق ہی نمودار ہوتا ہے۔ اسے قانون مکافات عمل کہا جاتا ہے۔ انسان اور ان کے اقدار کو تخلیق کرنے والی ذات خداوندی نے غیر متبدل طبعی قوانین کی طرح مستقل اقدار میں بھی غیر متبدل اثرات رکھے ہیں۔ سخاوت میں زندگی کی آسانیاں ہیں اوراس میں بڑھوتی کا قانون مضمر رکھا ہے۔ بخل میں زندگی کی دشواریاں ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں مال میں کمی ہونا مقدر کی ہے۔ (سورۃ اللیل ۵ تا ۱۰) بھلائی کرنے میں خوشگواری اور فلاح رکھی ہے۔ (سورۃ المائدہ ۱۲) ضرر دینے میں خواری اور نامرادی رکھی ہے۔ (سورۃ السجدہ ۲۲) نیکیاں بدیوں کو کھا جاتی ہیں۔ (سورۃ ہود ۱۱۴) ربا سے حاصل ہونے والی آمدنی اذیت لاتی ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲۷۵) ناشکری کا نتیجہ تباہی ہے۔ (سورۃ النحل ۱۱۲ تا ۱۱۳) جنسی بے راہ روی کا انجام تباہی اور ذلت ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۳۲) معاشی مفادات کے پیچھے اندھا ہونے کا انجام ذلت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسی طرح تمام مستقل اقدار ایک اثر اور نتیجہ اپنے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ انسان کو چونکہ اختیار اور ارادہ کی منفرد خصوصیت عطا کر دی گئی ہے تو اسی کے اختیار میں رکھا گیا ہے کہ وہ مستقل اقدار میں مثبت یا منفی اثر کے کن اقدار کو اپنے لیے منتخب کرتا ہے۔ درحقیقت انہی اقدار سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے اور اس کی خلاف ورزی سے اس میں ضعف اور ابتری پیدا ہو جاتی ہے۔ نشوونما یافتہ ذات کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ ایسے انسان کا ارادہ مستحکم ہوتا ہے۔ اور ایسا انسان کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زندگی جی رہا ہوتا ہے اس لیے مستقل اقدار سے نشوونما یافتہ ذات طبعی جسم کی موت کے بعد بھی آگے چلتی ہے جسے حیاتِ آخرت کہا جاتا ہے۔

مکافات کا یہ قانون جس طرح انسان کی آزادیٔ عمل کی شہادت دیتا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدالت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر و عمل

اور ارادہ و انتخاب یا کسب کی آزادی بطور امانت ودیعت کی ہے اور اسی آزادیٔ کسب کے عوض اسی قانونِ مکافات عمل کا مستوجب بنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان قدرت کے قانونِ مکافات کی رو سے اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے پر مجبور ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَ کُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیۡ عُنُقِہٖ ؕ وَ نُخۡرِجُ لَہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلۡقٰىہُ مَنۡشُوۡرًا
﴿۱۳﴾ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا ﴿ؕ۱۴﴾ مَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا
یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡہَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ﴿۱۵﴾

(بنی اسرائیل: ۱۳ تا ۱۵)

”اور ہم نے ہر انسان کی شامت خود اس کی گردن سے باندھ دی ہے (کہیں باہر سے آکر اس پر نہیں گرتی) اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے نامۂ اعمال کی ایک کتاب نکال کر پیش کر دیں گے۔ وہ اسے اپنے سامنے کھلا دیکھ لے گا۔ ہم کہیں گے اپنا اعمال نامہ پڑھ لے۔ آج کے دن خود تیرا وجود ہی تیرے حساب کے لیے کافی ہے۔ جو سیدھے راستے چلا تو اپنے لیے ہی چلا اور جو بھٹک گیا تو بھٹکنے کا خمیازہ بھی وہی اٹھائے گا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا (ہر جان کو خود اپنے ہی اعمال کا بوجھ اٹھانا ہے)۔“

انسانوں کے اجتماعی افعال ہوں یا انفرادی قرآن حکیم ان سب کا ذمہ دار انسان کو قرار دیتا ہے۔ ان میں کوئی دائرہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں وہ یہ کہتا ہو کہ انسان مجبور واقع ہوا ہے۔ انسان انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنے اختیار و ارادہ سے ایک فیصلہ کرتا ہے اور اُسی فیصلے کے مطابق عمل اور اس کے عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق مرتب ہو جاتا ہے۔ یہ طئہ شدہ یا مقرر تقدیر یا قانون پہلے سے لکھا ہوا قانونِ

مکافاتِ عمل ہے۔

اس متعلق قرآن حکیم نے بنیادی اصول یہ بتایا ہے کہ:

مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ (البقرہ:۸۱)

"جس کسی نے بھی غلط کام کیے اور اس کی خطاؤں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تو یہ لوگ اہل جہنم ہیں۔"

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ ۚ (البقرہ:۸۲)

"جو لوگ ایمان لائے اور اچھائیوں والے اعمال کیے تو وہی اہل جنت ہونگے۔"

یعنی جنت یا جہنم کسی کے نام سے تقدیر میں لکھی ہوئی نہیں۔ بلکہ تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس کسی نے بھی غلط کام کیے اور اس کی خطاؤں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اسی طرح ہی تقدیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایمان اور عملِ صالحات میں گِھرا ہوا شخص جنت کا حقدار بنے گا۔

انسان کا کسب اور کوششیں

انسان کو اس کا اکتساب ہی کام آتا ہے۔ جس قسم کا اس کا کسب ہوگا اسی قسم کا وہ نتیجہ پائے گا۔

لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَـكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۴﴾ (البقرہ:۱۳۴)

"تمہارے پہلوں نے جو کچھ کیا اس کا نتیجہ انہوں نے بھگتا۔ جو کچھ تم کروگے اس کے نتائج تمہارے سامنے آئیں گے۔"

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ (الجاثیہ:۲۲)

”اللہ نے کائنات (ارض و سما) بالحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ ہر شخص کو اس کے کاموں کا ٹھیک ٹھیک بدلہ مل جائے اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہو۔“

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (البقرہ:۲۸۶)

”ہر شخص صرف ان اعمال کے نتائج کا ذمہ دار ہے جنہیں وہ خود کرتا ہے۔“

وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ (البقرہ:۷۹)

”لوگوں پر تباہیاں ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔“

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ (المدثر:۳۸)

”ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔ اس نے اپنے اعمال کے بدلے میں اپنے آپ کو رہن کیا ہوا ہے۔“

انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔ وہ کوششیں ہی اس کے لیے نتائج بنتی ہیں۔ سورۃ النجم میں ہے:

اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (آیت:۳۹)

”انسان کو وہی کچھ مل سکتا ہے جس کے لیے وہ سعی کرے۔“

جب عمل کا مدار ہر شخص کے اپنے اختیار و ارادہ پر ہو، تو ظاہر ہے کہ اس کے نتیجہ میں بھی کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی آپ اس نتیجہ (جزا و سزا) کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ (بنی اسرائیل:۷)

”اگر تم اچھے کام کرو گے تو اس کا فائدہ بھی تمہاری اپنی ذات کو ہو گا۔ اور اگر غلط کام کرو گے تو اس کا نقصان بھی تمہیں ہی اٹھانا ہو گا۔“

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ط (حٰمٓ السجدۃ:۴۶)

"جو صلاحیت بخش اعمال صالح کرتا ہے اس کا فائدہ اس کی اپنی ذات کو ہوتا ہے، جو تخریبی کام کرتا ہے اس کا وبال بھی اس کے اپنے اوپر پڑتا ہے۔"

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ط

(الانعام:۱۰۴)

"تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے واضح اور روشن راستے آ گئے ہیں۔ سو جو شخص آنکھیں کھول کر چلے گا تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ اور جو اندھوں کی طرح آنکھیں بند کر کے چلے گا تو وہ اپنا ہو نقصان کرے گا۔"

جیسا عمل ویسا ہی نتیجہ

قانون مکافات عمل کے معنی یہ ہیں کہ انسان کا کوئی عمل اپنا نتیجہ مرتب کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مستقل اقدار کے نتائج میں یہ ہوتا ہے کہ روزمرہ کی مادی زندگی کے اثرات میں ہم سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس کے فی الفور محسوس نتائج ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہوتے اس لیے ہمیں یہ سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے کہ ان کے نتائج فی الواقعہ مرتب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ لیکن ہم کبھی بھی کچھ ہی لمحوں میں کسی ناگہانی خوشی یا ناگہانی تکلیف سے محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی واردات ضرور ہو رہی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کام کرتے ہوئے سوئی گر جائے اور اس کے ڈھونڈنے میں جو تکلیف اٹھانا پڑے وہ تکلیف بھی ہمارے کسی عمل ہی کا نتیجہ ہوتی ہے جو عمل ہم سے سرزد ہو چکا ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم جزا کا یہ تصور واضح طور پر ہمارے سامنے لاتا ہے۔

سورۃ النساء میں ہے:

مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِہٖ ۙ (آیت:۱۲۳)

"جو شخص بھی کوئی غلط کام کرے گا، اس کا خمیازہ بھگتے گا۔"

اپنے اعمال کا ہوا انسان کو بدلہ ملے گا:

ہَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۳﴾ (السبا:۳۳)

"پس جو عمل وہ کرتے تھے انہی کا انکو بدلہ ملے گا۔"

کسی جگہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں سامنے لایا گیا ہے

اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ (آل عمران:۱۹۵)

"اللہ کسی کام کرنے والے کے کام کو ضایع نہیں کرتا۔"

کسی کا اجر ضایع نہ ہونے متعلق واضح فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۹۰﴾ (ہود:۱۱۵-یوسف:۹۰)

"جو بھلائیوں والی زندگی بسر کرتے ہیں اللہ ان کا اجر ضایع نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنا نظام بنایا ہی ایسا ہے کہ اچھے اور برے دونوں کو اپنے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا:

وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۙ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ یَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی ﴿۳۱﴾ (النجم:۳۱)

"زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پروگرام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے تاکہ غلط روش اختیار کرنے والوں کے کاموں کا نقصان رساں نتیجہ ان کے سامنے آجائے اور اچھے کام کرنے والوں کا اچھا نتیجہ۔"

سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتایا ہے کہ اس کا تخلیقی پروگرام یعنی اشیائے کائنات کو پہلی بار وجود میں لانا اور پھر انہیں گردشیں دے دے کر نئی نئی ہیئت میں تبدیل کرنا فقط اس لیے ہے کہ جو لوگ ایمان یعنی مستقل اقدارِ حیات کی صداقت پر یقین رکھیں اور ان کے مطابق نفع بخشیوں کی عملی زندگی اختیار کریں تو انہیں ان کاموں کا بدلہ انصاف کے ساتھ مل جائے اور جو لوگ ان سے انکار کریں اور سرکشی برتیں تو ان کا انجام تباہی ہو۔ (آیت: ۴) اسے بات کو سورۃ ہود کی آیت ۱۱ سورۃ الکھف کی آیت ۷ اور سورۃ الملک کی آیت ۲ میں بھی دہرایا گیا ہے۔

اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا

ظلم کے معنی ہے حد سے تجاوز کرنا، کسی چیز کو اس کے صحیح مقام سے ہٹا دینا یا دوسرے کی ملکیت میں بے جا تصرف کرنا۔ قرآن حکیم اس کے لیے واضح حکم دیتا ہے کہ:

لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۹﴾ (البقرہ:۲۷۹)

"نہ تم کسی پر ظلم کروگے نہ تم پر ظلم ہوگا۔"

جب انسان ظلم کے افعال انجام دیتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس پر ایسا ہی ظلم اللہ تعالیٰ کی تقدیر (قانون) کی صورت میں منطبق ہو جاتا ہے۔ یعنی پہلے انسان کرتا ہے اس کے بعد پھر اس کے نتائج خود بخود اسی اعتبار سے مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

سورۃ آل عمران میں ہے کہ جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں ان کی کھیتیاں پروان نہیں چڑھ سکتیں اور وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہے وَ مَا ظَلَمَہُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ (آیت:۱۱۷) "اللہ ان پر ظلم نہیں کرتا وہ بلکہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔"

سورۃ توبہ میں مختلف اقوامِ سابقہ کی تباہیوں کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ (آیت:۷۰)

”ان کی یہ تباہیاں اور بربادیاں اس لیے نہیں ہوئی تھیں کہ اللہ نے ناحق ان پر ظلم کیا تھا۔ یہ اس لیے واقع ہوئی تھیں کہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم وزیادتی کی تھی۔“

سورۃ یونس میں الٰہی ہدایت کے نتیجہ میں انسانی نفعہ بخشیوں کا ذکر ہے اور اس کے باوجود مفسدین کی ہٹ دھرمی کے متعلق ذکر ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ (آیت:۴۴)

”یقیناً اللہ انسانوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (کہ انہیں جبراً اندھا بہرا بنادے) مگر خود انسان ہی ہے جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے (کہ اس کی بخشی ہوئی قوتوں سے کام نہیں لیتا اور ہٹ دھرمی اور ضد میں آکر سچائی سے انکار کردیتا ہے۔)“

قرآن حکیم کہتا ہے کہ:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ (الحج:۱۰)

”یہ اس کا نتیجہ ہے جو خود تیرے ہاتھوں نے پہلے ہی مہیا کر رکھا تھا اور اللہ تو اپنے بندوں کے لیے کبھی ظالم نہیں ہوسکتا۔“

بندوں پر ظلم کرنا تو ایک طرف وہ تو اس کا کبھی ارادہ تک نہیں کرتا:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ (المومن:۳۱)

”اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا (بلکہ وہ تو خود ان کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔)“

سورۃ الزمر میں نتیجہ کے دن کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر بات کا فیصلہ حق وانصاف کے مطابق ہوتا ہے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ (آیت:۷۵) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ہر شخص

کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں ہوتی۔ (آیت: ۷۰-۶۹)

قانون مکافات نبوت کا ہدف ہے

تمام انبیاء علیہم السلام کا بنیادی کام انسانوں کو ایک ذمہ دار مخلوق کے طور پر انہیں اللہ تعالیٰ کی عبدیت یاد دلانا ہوتا ہے۔ اور انسانوں کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ انہیں اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے عبدیت کے تعلق کو مستحکم رکھنا ہے۔ اس مقصد کے لیے پیغمبر انذار و بشارت کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان اعمال کے نتیجہ میں انسان لازمی طور پر خسارے کا شکار ہوتا ہے اور ان اعمال سے فلاح و کامرانی پاکر اللہ تعالیٰ کی رضا و محبوبیت کا حقدار بنتا ہے۔ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضابطۂ قوانین رشد و ہدایت کی صورت میں ملتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ان قوانین سے آگاہ کریں، لہٰذہ ان میں قوانینِ مکافاتِ عمل بھی شامل ہیں۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾ (الانعام: ۴۵-۴۲)

”اور (اے پیغمبر یہ واقعہ ہے کہ جو امتیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں ہم نے ان کی طرف اپنے رسول بھیجے اور انہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے قانون کے مطابق سختی اور محنت میں گرفتار کیا تاکہ (بدعملیوں سے باز آجائیں اور اللہ کے حضور) عجز و نیاز کریں۔ پھر

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو وہ بد عملیوں سے توبہ کرتے اور ہمارے سامنے گڑگڑاتے؟ اس لیے کہ ان کے دل سخت پڑ گئے تھے اور جو کچھ بد عملیاں کر رہے تھے انہیں شیطان نے ان کی نظروں میں خوشنما کر دکھایا تھا۔ پھر جب ایسا ہوا کہ جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اسے انہوں نے بھلا دیا تو ہم نے (مہلت دیکر) ان پر ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے کھول دیے یہاں تک وہ جب ان کامرانیوں پر خوشیاں منانے لگے جو انہیں بظاہر حاصل ہوئی تھیں تو اچانک (مکافات کے قانون کا وقت آ گیا اور) ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ پس ناگہاں ناامید ہو کر رہ گئے۔ تو اس طرح اس گروہ کی جڑ کاٹ دی گئی جو ظلم کرنے والا تھا اور تمام ستائشیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ذوانتقام ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قانونِ مکافات عمل کے مطابق مجرموں کو ان کے اعمال کی سزا دیتا ہے۔ قومِ فرعون کی سرکشی و بغاوت کے تذکرہ کے بعد قرآنِ حکیم بیان کرتا ہے کہ:

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾

(الاعراف: ۱۳۶)

"بالآخر ہم نے (ان کی بد عملیوں پر) انہیں سزا دی اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے ہمارے قوانین کو جھٹلایا، اور ان کی طرف سے غافل رہے۔"

ضد اور سرکشی پر قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بتا دیا ہے کہ:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ (البروج: ۱۲)

"تیرے رب کی گرفت یقیناً بڑی محکم ہوتی ہے۔" ❁❁